شرم وحیا

ڈاکٹر ساجد خاکوانی
اسلام آباد

انسانیت کا لباس

محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا کہ:

’’ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’ایک موقع پر محسنِ انسانیت ﷺ ایک انصاری مسلمان کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو بہت زیادہ شرم وحیا کے بارے میں نصیحت کررہا تھا، تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

’’اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ حیا دراصل ایمان کا ایک حصہ ہے۔‘‘

ایک اور صحابی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک موقع پر محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا کہ:

’’شرم وحیا صرف بھلائی کا باعث بنتی ہے۔‘‘

محسنِ انسانیت ﷺ نے دوسرے ادیان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’ہر دین کی ایک پہچان ہوتی ہے، اور ہمارے دین کی جداگانہ پہچان ’’شرم وحیا‘‘ ہے۔‘‘

ایک بار محسنِ انسانیت ﷺ نے حیا کی غیرموجودگی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

’’جب تجھ میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرتا رہ۔‘‘

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی برے کام سے روکنے کا جو واحد سبب ہے وہ شرم وحیا ہے، اور جب کسی میں شرم کا فقدان ہوجائے اور حیا باقی نہ رہے تو اب اس کا جو جی چاہے گا وہی کرے گا اور جب انسان اپنی مرضی کا غلام بن جاتا ہے تو تباہی اس کا یقینی انجام بن جاتی ہے، اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا کہ:

’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہے تو اس سے شرم وحیا چھین لیتا ہے۔‘‘

ایک طویل حدیثِ مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی کہ اس سے کرنی چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ: الحمدللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگرانی کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ پیٹ میں بھرا ہے، اس سب کی نگرانی کرو، اور موت کو اور موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے، اس کو یاد کرو، پس جس نے ایسا کیا، سمجھو اس نے اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق ادا کر دیا۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں فکر و عمل سے موت و حیات تک کے تمام اُمور میں حیا کا درس دیا گیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ حیا کی سب سے زیادہ حق دار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے، اس لیے کھلے چھپے ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے حیا کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا مطلب اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا جائے اور جلوت ہو یا خلوت' برائیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سبقت اختیار کرنا ہی تقویٰ ہے۔

حضرت ابن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی شرم گاہ محفوظ رکھو (کسی کے سامنے نہ کھولو) سوائے اپنی بیوی اور باندی کے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تنہائی میں بھی؟! (شرم گاہ نہ کھولی جائے) محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین عورت سے بھی کہیں زیادہ حیادار تھے۔''

اسی لیے ہر قبیح قول و فعل اور اخلاق سے گری ہوئی ہر طرح کی حرکات و سکنات سے آپ کا دامنِ عفت و عصمت تاحیات پاک رہا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش کلام تھے، نہ بیہودہ گوئی کرتے تھے اور نہ ہی بازاروں میں شور کیا کرتے تھے، برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہ دیتے تھے، بلکہ معاف فرما دیتے تھے، یہاں تک کہ زوجہ محترمہ ہوتے ہوئے بھی بی بی پاک رضی اللہ عنہا نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ نہ دیکھا تھا۔ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں جب آپ بہت چھوٹی عمر میں تھے اور اپنے چچاؤں کی گود میں کھیلا کرتے تھے تو ایک بار پاجامہ مبارک تھوڑا سا نیچے کو سرک گیا تو مارے حیا کے بے ہوش ہو گئے، تب پانی کی چھینٹوں سے ہوش دلایا گیا، چنانچہ بعد از بعثت حضرت جرہد ابن خویلد رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ران (بھی) ستر میں شامل ہے؟۔‘‘

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’اے علی! اپنی ران نہ کھولو اور کسی زندہ یا مردہ آدمی کی ران کی طرف نظر بھی نہ کرو۔‘‘

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ: محسنِ انسانیت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: ’’مرد دوسرے مرد کے ستر کی طرف اور عورت دوسری عورت کی ستر کی طرف نگاہ نہ کرے۔‘‘

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تو یہاں تک روایت ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’لوگو! (تنہائی کی حالت میں بھی) برہنگی سے پرہیز کرو (یعنی ستر نہ کھولو) کیونکہ تمہارے ساتھ فرشتے ہر وقت موجود ہوتے ہیں اور کسی بھی وقت جدا نہیں ہوتے، لہٰذا اُن کی شرم کرو اور ان کا احترام کرو۔‘‘ چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں کہ سوائے قضائے حاجت اور وظیفۂ زوجیت کے اپنا ستر کھولنا جائز نہیں اور بالکل الف ننگا ہو کر غسل کرنا بھی خلافِ سنت ہے، پس دورانِ غسل بھی کسی کپڑے سے ستر یا ننگ کا ڈھکا ہونا بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’عورت گویا ستر (چھپی ہوئی) ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیاطین اس کو تاکتے ہیں اور اپنی نظروں کا نشانہ بناتے ہیں۔‘‘

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مجھ تک یہ قولِ رسول ﷺ پہنچا ہے کہ: ’’اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا جائے۔‘‘ چنانچہ جب اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’ادھر سے اپنی نگاہ پھیر لو۔‘‘

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ: محسنِ انسانیت ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ’’اے علیؓ! (اگر کسی نامحرم پر تمہاری نظر پڑ جائے تو) دوبارہ نظر نہ کرو، تمہارے لیے (بلا ارادہ) پہلی نظر تو جائز ہے، مگر دوسری نظر جائز نہیں۔‘‘

حضرت ابوامامہؓ نے روایت کیا ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’جس مردِ مومن کی کسی عورت کے حسن و جمال پر نظر پڑ جائے، پھر وہ اپنی نگاہ نیچی کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائے گا جس کی لذت و حلاوت اس مردِ مومن کو محسوس ہوگی۔‘‘

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کوئی (نامحرم) آدمی کسی عورت سے تنہائی میں ملے اور وہاں تیسرا شیطان موجود نہ ہو۔‘‘

ایک موقع پر حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں، محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’تم (نامحرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچو (اور اس معاملے میں بہت احتیاط کرو)۔‘‘

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

’’تم ان عورتوں کے گھروں میں مت جایا کرو جن کے شوہر باہر گئے ہوئے ہوں، کیونکہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔‘‘

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’آنکھوں کا زنا (نامحرم عورت کی طرف) دیکھنا ہے، کانوں کا زنا (حرام آواز کا) سننا ہے، زبان کا زنا (ناجائز) کلام کرنا ہے، ہاتھ کا زنا (ناجائز) پکڑنا ہے اور پیر کا زنا (حرام کی طرف) چل کر جانا ہے اور دل خواہش کرتا ہے اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔‘‘

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ محسنِ انسانیت ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں کہ ایک نابینا صحابی ابنِ اُمِ مکتومؓ حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے تو ہمیں حکم ہوا کہ: ’’تم (دونوں) ان سے پردہ کرو، ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ پس محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا: ’’کیا تم (دونوں) بھی نابینا ہو؟ کیا تم (دونوں) انہیں نہیں دیکھتیں؟۔‘‘

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ: ’’محسنِ انسانیت ﷺ نے عورتوں والا حلیہ اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردانہ انداز اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اسی مضمون کو حضرت ابوہریرہؓ نے بھی یوں بیان کیا کہ: ’’محسنِ انسانیت ﷺ نے اس آدمی پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔‘‘

شرم و حیا بعض اوقات بوجھ تصور ہوتے ہیں اور بہت کچھ معاشرتی تقریبات میں تکلیف کا باعث بھی شاید سمجھے جاتے ہوں، جیسے مردوں اور عورتوں کے لیے قیام و طعام اور نشست و برخواست کا جدا جدا انتظام کرنا اور زنانے میں مردوں کے داخلے پر جزوی پابندی، مرد حضرات کے لیے غضِ بصر (نظریں نیچی رکھنے) کا حکم اور خواتین کے لیے حجاب اور اوڑھنیوں کا قانون اور بازاروں میں اور میلوں ٹھیلوں اور کھیل تماشوں میں خواتین کی حتی الامکان حوصلہ شکنی وغیرہ، لیکن ان معمولی بارِگراں جیسے انتظامات کے نتیجے میں ایک بہت بڑا ثمر آور معاشرہ وجود میں آتا ہے، جہاں نسلوں کے نسب مکمل طور پر محفوظ ہوتے ہیں اور آنکھوں میں شرم و حیا کے باعث سینوں میں ایمان بھی سلامت رہتا ہے۔ یہ انتظامات اگرچہ بعض اوقات معمولی کوفت کا باعث بھی بن جاتے ہیں، لیکن حساب کے عملی قاعدے کے مطابق آمدن اور خرچ کے تقابل کے بعد نفع یا نقصان کا تعین کیا جاتا ہے، چنانچہ اس معمولی سی تکلیف کے بعد عالمِ انسانیت کو اگر ایمانی و روحانی و جسمانی صحت بھی میسر آجائے تو سودا نہ صرف یہ کہ مہنگا نہیں، بلکہ انتہائی سودمند اور بارآور ہے۔ اس کے برعکس مخلوط محافل میں سب سے پہلے آنکھوں کی حفاظت مطلقاً ناممکن ہوتی ہے۔ آنکھوں کے راستے دل کی آلودگی شروع ہوجاتی ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے ایک ارشادِ مبارک کا مفہوم ہے کہ: ’’نظر دل کی طرف تیروں میں سے ایک تیر ہے۔‘‘

نظر بازی سے ناجائز آشنائیوں کے راستے کھلتے ہیں اور پھر انسانی معاشرہ بالآخر تباہی کے اس گڑھے میں جا گرتا ہے جس سے بچانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔ ہر میدانِ عمل کی طرح جب حیا اور شرم کے میدان میں بھی آسمانی تعلیمات سے منہ موڑ کر روگردانی کی جائے اور احکاماتِ ربانیہ کو پس پشت ڈال کر شادمانیوں کے گل چھرّے اُڑائے جائیں گے تو تباہی و بربادی انسان کا مقدر ٹھہرے گی۔

بے حیائی کے منطقی و تاریخی نتائج میں سے ایک بہت بھیانک نتیجہ خاندانی نظام کی تباہی ہے۔ شرم و حیا کا ایک نتیجہ نکاح کے ادارے کی مضبوطی و پختگی اور دوام بھی ہے۔ مرد کو جب دوسری عورتیں نظر ہی نہیں آئیں گی یا لپٹی، سمٹی اور ڈھکی ہوئی نظر آئیں گی تو چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی تمام تر توجہ اپنی ہی زوجہ کی طرف رہے گی۔ اسی طرح جب عورت کا چاہنے والا صرف ایک ہی ہوگا، یعنی اس کا اپنا شوہر ہی ہوگا تو اس کا مرکزِ التفات کبھی منتشر نہیں ہوگا، اور خاندانی نظام مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا، جس کا نتیجہ سوائے خیر کے کچھ بھی برآمد نہیں ہوگا۔

اگر تصویر کا دوسرا رُخ مشاہدہ کیا جائے تو دنیا میں اس قبیل کے بھی بے شمار معاشرے نظر آئیں گے، جو معاشرے معاشقوں کی بھینٹ چڑھ کر زندہ انسانوں کا قبرستان بن چکے ہیں، بے روح انسانوں کے اجسام کا جم غفیر ہے جو ایک دوسرے سے بیزار، حرص و ہوس کی دوڑ میں چند سکوں کے عوض باہم جھنجھوڑنے، بھنبھوڑنے اور نوچنے، چاٹنے، سونگھنے اور چکھنے کے بعد اگلے شکار کی تلاش میں کسی دوسرے بے روح جسم سے کفن کو تار تار کرنے کی تگ و دو میں مصروفِ عمل ہوجاتا ہے۔ شرم و حیا کے قحط نے وہاں کے انسانوں کی روحوں کو بے آب و گیاہ ریگستان کی مانند تپتے ہوئے پیاسے صحرا کی مثال بنادیا ہے، جہاں ہر سو سراب ہی سراب ہیں۔ رحم کے رشتے ہوں یا نسبی وصہری تعلقات ہوں، شرم و حیا کی قلت و تعدیم نے ہر نوع کے دامنِ عصمت کو ورق ورق کردیا ہے اور اس کا وہی مذکورہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ عریانی و فحاشی کے خونخوار ہاتھوں سے خاندانی نظام درہم برہم ہوکر رہ گیا ہے۔

لومڑی گڑھے میں پھنسی تھی، بار بار چھلانگیں لگانے کے باوجود نکل نہیں پارہی تھی۔ گدھے نے دیکھا تو لومڑی نے فوراً گڑھے کی دیواروں کو سونگھ کر آنکھیں اس طرح بند کیں کہ جیسے بہت لذت وسرور آرہا ہو۔ گدھے نے پوچھا تو لومڑی نے گڑھے کے قصیدے پڑھنے شروع کردیئے کہ گویا یہ گڑھا قطعۂ بہشتِ بریں ہے۔ گدھے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، چھلانگ لگادی۔ لومڑی نے گدھے کی کمر پر اپنے پاؤں ٹکائے اور چھلانگ لگا کر گڑھے سے باہر آگئی۔ دشمن اپنے پورے وسائل، قوت و طاقت اور ذہنی وفکری صلاحیتوں اور تحریری و تقریری مواد سے سے اُمتِ مسلمہ کے سامنے عریانی و فحاشی و مے خواری و بدکاری و لذتِ گناہ اور گناہِ بے لذت کے اس مکروہ اور بدبودار و مکروہ گڑھے کو جنت بنا کر دکھانے میں

پوری طرح مصروف ہے، جب کہ غدارانِ ملت ہمیشہ کی طرح اس بار بھی گدھے کا کردار ادا کرکے اپنی وہ قیمت وصول کررہے ہیں کہ جس کا خمیازہ صدیوں تک نسلوں کو بھگتنا پڑے گا۔ ایسے لوگوں کے بارے قرآن مجید نے واضح طور پر کہا ہے کہ:

’’اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔‘‘ (النور:۱۹)

ترجمہ: ’’جولوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔‘‘

دشمن ہمیں اس گڑھے میں دانستہ طور پر گرانا چاہتا ہے، جہاں سے نکلنے میں وہ خود بری طرح ناکام ہے، لیکن وہ گڑھے میں پھنسنے کے بھیانک انجام سے ہمیں اس لیے آگاہ نہیں کرتا کہ ہم اس کے جال میں بآسانی شکار ہوجائیں، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہمارے لیے بہت کافی ہیں، الحمدللہ۔

گزشتہ اقوام کی تباہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ گناہ کے کام مل کر اجتماعی طور پر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر عذاب اگرچہ بڑا عذاب ہے، لیکن سب سے سخت ترین عذاب قومِ لوط پر آیا جو اجتماعی عذاب بھی تھا اور انفرادی عذاب بھی۔ اس قوم کے جرائم میں ایک جرم یہ بھی تھا کہ وہ شرم وحیا سے عاری ہوچکی تھی اور بے حیائی کے کام بھری محفلوں میں سرِعام کیا کرتے تھے۔ قومِ لوط کے لوگوں کی گفتگوئیں، ان کی حرکات وسکنات، اشارات وکنایات اور ان کے محلے اور بازار سب کے سب عریانی وفحاشی اور برائی وبے حیائی کا مرقع تھے، تب وہ غضبِ خداوندی کے مستحق ٹھہرے۔

آج کی سیکولر تہذیب نے بھی انسانیت کو حیا کے لبادے سے ناآشنا کردیا ہے اور انسان کو ثقافت کی آڑ میں اپنے خالق ومالک سے دور کرکے تباہی وبربادی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ پس جو بھی اس بے ہودگی وہوسِ نفس کی ماری پرکشش اور فریب زدہ سیکولر تہذیب میں داخل ہوگا، وہ ’’اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ‘‘ کی عملی تصویر بنتے ہوئے ممکن ہے کہ قومِ لوط میں شمار ہو کہ یہ سیکولر فکر خالصتاً ابلیس اور اس کے پیروکاروں کا راستہ ہے، جس کا انجام بھڑکتی ہوئی آگ کی وادیاں ہیں، اور جو اس نقصان سے بچنا چاہے اس کے لیے کل انبیاء علیہم السلام کا طریقۂ حیات موجود ہے، جسے بسہولت حیاتِ حیاداری کا نام دیا جاسکتا ہے کہ اس دنیا میں انسانوں سے حیا ہو اور روزِ محشر اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر کے سامنے پیش ہونے کا خوف وحیا ہو۔

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....